

## شادم از زندگى ء خویش

### ”میری قیمتی رائے“

جب سے میں اردو کی دنیا میں کچھ مشہور ہو گیا ہوں اکثر یہ ہوتا رہا ہے کہ ہندوستانی مصنف اپنی تصانیف میرے پاس اس خواہش کے ساتھ بھیجتے رہے ہیں کہ میں اپنی ”قیمتی رائے“ سے ان کو ”سرفراز کروں۔“ عام طور پر یہ بہت جلد معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ میری ”قیمتی رائے“ کی توقع نہیں کرتے بلکہ اپنی تعریف سننا چاہتے ہیں۔ یعنی یہ کہ جب انہیں معلوم ہوتا ہے کہ میری رائے ان کے حق میں نہیں تو ان کی نظر میں میری رائے کی کوئی قیمت باقی نہیں رہتی۔ عام طور پر یہ ہوا ہے کہ جن لوگوں نے اردو شاعری کا ترجمہ انگریزی میں کیا وہ انہوں نے میرے پاس بھیجا۔ جب میں نے اس کی تعریف نہیں کی تو وہ کافی ناراض ہو گئے۔ آگے چل کر میں کچھ ایسے واقعات بیان کروں گا جن سے معلوم ہو جائے گا کہ میرا اندازہ صحیح ہے۔ لیکن اس سے پہلے میں کچھ ترجمے کے مسائل کے بارے میں لکھنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات یہ ہے کہ آپ یہ عام قاعدہ مقرر کر سکتے ہیں کہ مترجم کی زبان وہ ہونی چاہیے جس میں وہ ترجمہ کر رہا ہے۔ میں نے ”عام قاعدہ“ اس لیے کہا کہ اس میں بعض مستثنیات ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر محمد عمر میمن کے انگریزی ترجمے اچھے ہیں حالانکہ میمن صاحب کی مادری زبان انگریزی نہیں ہے۔ [رسل صاحب کے حسنِ ظن کا شکریہ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں اپنے کبے ہونے تراجم پر کسی انگریزی دان سے ضرور نظر کروا لیتا ہوں۔ محمد عمر میمن] لیکن عام طور پر عمدہ ترجمہ کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ دو آدمی مل کر کام کریں۔ دونوں کو اردو اور انگریزی دونوں پر خاصہ عبور ہونا چاہیے اور ایک کی مادری زبان اردو ہونی چاہیے اور دوسرے کی انگریزی۔ بہت کم ہندوستانی مترجموں کو اس بات کا احساس ہے اور ان کے ترجمے عام طور پر انگریزی دان دنیا میں یعنی برطانیہ، امریکا وغیرہ میں قابلِ قبول نہیں ہوتے۔ اس کا مطلب یہ پرگز نہیں

ہے کہ میں ایسے ترجموں کو حقیر سمجھتا ہوں۔ ایسے ترجمے ہندوستان اور پاکستان میں پسند کیے جا سکتے ہیں کیونکہ ان ترجموں کی انگریزی اور ان کے قاریوں کی انگریزی یکساں ہے۔ لیکن ہم کو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ ترجمے انگریزی داں لوگوں میں نہیں چل سکتے۔ ان میں کچھ ایسی خامیاں ہوتی ہیں جن کا ذکر میں کرنا چاہتا ہوں۔

جن ترجموں کو میں نے دیکھا وہ عام طور پر غزلوں کے ترجمے ہوتے ہیں۔ پتا نہیں کیوں لیکن مترجموں کا عام خیال معلوم ہوتا ہے کہ ہر شعر کے ترجمے میں قافیہ ہونا چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ قافیے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ہر شعر کے دوسرے مصرعے میں قافیہ اور ردیف وہی ہے جو مطلع میں ہے، لیکن مطلع کو چھوڑ کے کسی شعر کے دونوں مصرعے آپس میں ہم قافیہ نہیں ہوتے اور عام طور پر جب لوگ کسی شعر کو نقل کرتے ہیں تو وہ شعر مطلع نہیں ہوتا۔ یہ قافیے کی تلاش عجیب و غریب نتیجے پیدا کرتی ہے۔ اول تو یہ کہ قافیے کی خاطر مترجم عام طور پر اپنے ترجمے میں کچھ الفاظ بڑھاتے ہیں جو اصل شعر میں کہیں نہیں ملتے۔ مثال کے طور پر داؤد رہبر کا ترجمہ دیکھیے۔ غالب کا شعر ہے:

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب  
گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

اگر میری یادداشت دھوکہ نہیں دے رہی تو داؤد رہبر نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

How sweet your lips must be  
I wish that I could taste that snack  
My rival when you cursed him out  
His tongue I saw him smack

دوسری اور چوتھی لائنیں صرف قافیے کی خاطر بڑھائی گئی ہیں ورنہ ان کا مترادف اردو میں نہیں ہے اور چوتھی لائن میں اصل اردو مطلب بڑے مبالغے کے ساتھ ادا کیا گیا ہے۔ یہی ترجمہ ایک آدھ دوسری خامی کا نمونہ بھی پیش کرتا ہے۔ مترجم کو بالکل حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے ترجمے میں ایسی بات لکھے جو اصل اردو میں موجود نہیں ہے۔ اگر آپ سمجھیں

کہ شعر کی تشریح کی ضرورت ہے تو آپ اس پر نوٹ لکھیے۔ ترجمے میں تشریح کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس شعر کی انگریزی انگریزی محاورے کے خلاف ہے۔ "snack" کا لفظ یہاں بالکل موزوں نہیں۔ اور انگریزی محاورے میں "smack the tongue" نہیں "smack the lips" کہتے ہیں۔

دوسری بڑی عام خامی یہ ہوتی ہے کہ مترجم سمجھتے ہیں کہ ترجمے میں "poetic diction" یعنی "شاعرانہ اسلوب" ہونا چاہیے۔ مثال کے طور پر اگر آپ لکھیں کہ "you have" تو یہ شاعرانہ ترجمہ نہیں ہو گا۔ اس کے بجائے "thou hast" لکھنا ضروری ہوتا ہے۔ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ شعر کا اثر عام طور پر اس کے مفہوم سے پیدا ہوتا ہے، اس کے الفاظ سے نہیں۔ اور "you have" لکھنے سے اس کے اثر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

تیسری بڑی خامی یہ ہوتی ہے کہ مترجموں کو اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ ترجمے میں صحیح "ریجسٹر" (معلوم نہیں اردو میں اس کا کیا ترجمہ ہوگا) کا التزام ضروری ہے۔ یہ لفظ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ زبان کا اسلوب اس پر منحصر ہوتا ہے کہ آپ کس شخص سے گفتگو کر رہے ہیں۔ جو زبان دو بے تکلف دوست اپنی گفتگو میں استعمال کرتے ہیں وہ اس سے مختلف ہوتی ہے جو کوئی شخص کسی میٹنگ میں تقریر کرتے ہوئے استعمال کرتا ہے۔ یعنی ان دونوں زبانوں کے "ریجسٹرز" مختلف ہوں گے۔ اکثر مترجموں میں "ریجسٹر" کا صحیح احساس نہیں پایا جاتا۔ سنہ ۱۹۶۷ میں مجھے احمد علی کا ایک مسودہ بھیجا گیا جس میں انہوں نے اردو شاعری کا انتخاب اور انگریزی ترجمہ کیا تھا۔ اس میں دو ترجمے یہ ہیں:

The goods that you have loaded will divided be  
No daughter, son or even wife will care for thee

اور

How long will you mourn the  
brows arched gracefully?  
Is not the head hung low a burden to thee?

لیکن پہلی لائن میں "you" لکھنا اور دوسری میں اس کے لیے "thee" لکھنا بڑا عجیب معلوم ہوتا ہے۔ کوئی انگریز ایسا ترجمہ قبول کر ہی نہیں سکتا۔ یہ دونوں نمونے اس بات کی مثال بھی پیش کرتے ہیں کہ ساری گڑ بڑ قافیے کی تلاش نے پیدا کی ہے۔ دونوں میں "thee" صرف قافیے کی خاطر لایا گیا ہے۔

یہی خامی قرۃ العین حیدر کے ترجموں میں بہت نمایاں ہے۔ انہوں نے حسین شاہ کے ناول "نشتر" کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ اس میں جگہ جگہ ایسے انگریزی الفاظ لکھے ہیں جو بامحاورہ ضرور ہیں مگر ایسے موقعوں پر استعمال کیے گئے ہیں جہاں وہ بالکل موزوں نہیں۔ ایک نمونہ ہی کافی ہوگا۔ کسی نے ایک صاحب سے پوچھا کہ آپ نے کافی رقم ان لوگوں کو دی ہے؟ تو اس کے جواب میں ان صاحب نے کہا، "They will get it tonight with knobs on"۔ پڑھ کر ہنسی آئی۔ میں سوچتا ہوں کہ قرۃ العین حیدر دل میں کہتی ہوں گی کہ "دیکھیے مجھے کتنی بامحاورہ انگریزی آتی ہے۔" لیکن وہ یہ نہیں محسوس کرتیں کہ اس موقع پر اس محاورے کی گنجائش بالکل نہیں۔ اس موقع کے لیے یہ بالکل موزوں نہیں۔

(اگلی قسط میں بعض واقعات بیان کروں گا جو ان خامیوں کے اور نمونے پیش کریں گے۔)

[مسلسل]

